دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضِل جامعہ مدنیہ

سوال: مدارس دینیہ میں اکثریت ایسے مدارس کی ہے جن کے وسائل آمدنی کا کل یا اکثر حصہ زکوٰۃ و صدقات واجبہ پر مشتمل ہے۔ مدارس کے اخراجات میں طلبا پر خرچ ہونے والے براہِ راست مصارف عام طور پر یہ ہیں۔

(۱) طلباء کو کپڑے دے دیئے جائیں۔ اس میں تملیک کی کوئی صُورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) بطورِ انعام کتابیں دیدی جائیں۔ 〃 〃 〃 〃

(۳) کھانا تقسیم کردیا جائے اور طلباء کو مالک بنا دیا جائے۔ 〃 〃 〃 〃

لیکن ان صورتوں کے علاوہ

(۱) اگر طلباء کو بٹھا کر کھانا کھلایا جائے تو یہ صُورت اباحت کی ہے تملیک کی نہیں۔

(۲) کُتب خانہ کے لیے کُتب خریدی جائیں جن میں سے طلبا کو پڑھنے کے لیے مستعار کُتب دی جائیں اور سال ختم ہونے پر واپس لے لی جائیں۔

(۳) اساتذہ و ملازمین کی تنخواہیں۔

(۴) درسگاہیں اور عملہ کے لیے مکانات کی تعمیر۔

(۵) بجلی، پانی، گیس اور فون وغیرہ کے اخراجات۔

(۶) مدرسہ کی تشہیر پر خرچ ہونے والے مصارف۔

(۷) جلسہ دستار بندی یا عام اجتماعات کے مصارف۔

(۸) مدرسہ کی طرف سے دعوت و تبلیغ پر مشتمل شائع ہوکر مفت تقسیم ہونے والا لٹریچر جس کی تقسیم

میں مصرفِ زکوٰۃ اور غیر مصرف کا امتیاز نہیں ہوتا۔

(۹) مدارس کی ضرورت سے مہتمم، ناظم یا دیگر افراد کے مصارفِ سفر یا مدعوین علماء کے مصارفِ سفر۔

(۱۰) اکرام ضیوف پر خرچ ہونے والے مصارف

وغیر ذالك مما لا یخفیٰ علی ارباب العلم

یہ اور اسی قسم کی دوسری مدات میں صرف ہونے والے مصارف اس صورت میں جبکہ مدارس کی آمدنی صرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ ہی ہوں عام عطیات کی رقم نہ ہو یا بقدرِ کفایت ہو تو تملیک کے بغیر پورے نظام کو جاری رکھنا اربابِ انتظام کے لیے مشکل ترین امر ہے۔

اس صورتحال میں تملیک کی مختلف صورتیں سامنے آئی ہیں جو آں معظّم کے علم میں بھی ہوں گی تاہم اجمالاً پیش خدمت ہیں آپ سے التماس ہے کہ ان صورتوں پر بھی غور فرما لیجیے۔ نیز ان کے علاوہ آں معظّم کی وسعتِ علمی اگر کوئی اور صورت تجویز فرمادے تو منتظمینِ مدارس پر احسانِ عظیم ہوگا۔

جواب: الف، حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ

"مہتمم مدرسہ کا قیم ونائب جملہ طلبا جیسا امیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے۔ پس جو شے کسی نے مہتمم کو دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے۔ اس کے قبضہ سے ملکِ معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہوگیا اگرچہ وہ مجہول الکمیت والذوات ہوں مگر نائب معین ہے۔"

ب۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ

"اہلِ مدرسہ مثل عمال بیت المال معطیین وآخذین کی طرف سے وکلاء ہیں"۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس پر یہ اشکال پیش کیا کہ

"عمال بیت المال منصوب من السلطان ہیں سلطان کی ولایت عامہ ہے اس لیے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس میں ولایت عامہ نہیں اس لیے آخذین کا وکیل کیسے بنے گا کیونکہ نہ توکیل صریح ہے نہ دلالۃً اور مقیس علیہ میں دلالۃً ہے ______ کہ سب اس کے زیرِ طاعت ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہے۔

اس کا جواب مولانا سہارنپوری رحؒ نے یوں دیا۔

بندہ کے خیال میں سلطان میں دو وصف ہیں ایک حکومت جس کا ثمرہ تنفیذِ حدود وقصاص

دوسرا انتظام حقوق علماء امراد دل میں کوئی اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ امر ثانی میں اہلِ حل و عقد بوقتِ ضرورت قائم مقام ہوسکتے ہیں وجہ یہ کہ اہل حل و عقد کی رائے و مشورہ کے ساتھ نصبِ سلطان وابستہ ہے جو بابِ انتظام سے ہے لہذا مالی انتظام مدارس جو برضاء مُلاک و طلبہ ابقائے دین کے لیے کیا گیا ہے۔ بالاولی معتبر ہوگا اور ذرا غور فرماویں انتظام جمعہ کے لیے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات میں اس کی نظیر شاید ہوسکے۔ (امداد الفتاوی، ج:۶، ص: ۲۶۳ تا ۲۶۶)

ج ۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"حضرت گنگوہی کے اس مدلّل فتوی اور حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرّہٗ کی تحقیق اور اس پر حضرت حکیم الامّت رحمہ اللہ کی تسلیم و تصدیق کے بعد مسئلہ میں تو کوئی اشکال نہیں رہا۔"

(فتاوی دار العلوم ۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

ان عبارات سے اتنی بات تو بالکل عیاں ہے کہ مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے میں مثل امیر کے ہے ۔ لہٰذا مدرسہ کا خزانہ مثل بیت المال کے ہوا، البتہ اتنا فرق ہوگا کہ بیت المال میں تمام فقراء اور تمام اصناف کا حق ہوتا ہے جبکہ مدرسہ کا خزانہ اس بڑے بیت کی ایک ذیلی شاخ ہو کر صرف مستحق طلبہ کے لیے مختص ہے اور جس طرح بیت المال سے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے وقت موجود اور بعد میں ہونے والے مستحقین دونوں ہی استفادہ کرسکتے ہیں۔ اسی طرح مدرسے کے زکوٰۃ وصدقات کے فنڈ یا بیت المال سے مدرسہ میں فی الوقت موجود اور بعد میں آنے والے طلبہ (یعنی آئندہ سالوں میں آنے والے) متمتع ہوسکتے ہیں ۔جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ تملیک کے کسی بھی مروجہ طریقے کو اختیار کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ سب اس پر مبنی ہیں کہ مہتمم صرف معطیین کا وکیل ہے آخذین کا نہیں۔

اِس وقت جو صورت اختیار کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ مہتمم ہر مستحق طالب علم کا ماہانہ وظیفہ مقرر کردے اور یہ وظیفہ اس کو پکڑا بھی دیا جائے پھر اس میں سے کچھ رقم چھوڑ کر (کہ جو طالب علم کے ناشتے اور بعض دیگر ضروریات کے لیے ہو) باقی رقم قیام طعام اور تعلیم کے اخراجات کی مد میں اس سے لے لی جائے ۔ مثلاً آٹھ سو روپے اس کو دئے اور اس میں سے سات سو روپے اس سے مذکورہ اخراجات کے لیے لے لیئے۔

اس طریقے سے

طعام کے اخراجات ــــ تو واضح ہیں۔

قیام کے اخراجات ــــ میں سے بجلی گیس پانی، مدرسہ کے خدمتی عملہ کی تنخواہیں (بشمول اُن کی رہائش) مدرسہ کی تعمیر و مرمّت کے خرچے نکالے جا سکتے ہیں۔

تعلیم کے اخراجات ــــ میں سے اساتذہ کی تنخواہیں اور اُن کی رہائش کے خرچے نکالے جا سکتے ہیں۔

اس کے بعد صرف چند ہی اخراجات رہ جاتے ہیں مثلاً مدرسہ کی تشہیر درسی وغیر درسی کُتب اور اکرام ضیوف وغیرہ تو اُن کے لیے غیر زکواتی فنڈ میں موصول ہونے والے چندوں سے کام نکالا جائے۔ اگر کہیں بہت ہی مجبوری ہو تو یہ صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے کہ کسی مستحقِ زکوٰۃ کو قرض دلوا کر اس سے مدرسہ کے لیے چندہ دلوا دیا جائے۔ پھر بعض معطیین کو (کہ جو صورتحال کو سمجھتے ہوں) بتا دیا جائے کہ یہ مستحق شخص مدرسہ کو فلاں مد میں چندہ دینے کی بناء پر مقروض ہے لہٰذا وہ اس کو زکوٰۃ ادا کر دیں۔

اس طریقۂ کار میں ایک اور آسانی یہ اختیار کی جا سکتی ہے کہ شروع سال میں طلبہ سے ایک فارم پر دستخط کرا لیے جائیں کہ وہ مدرسہ کے مقرّر کیے ہوئے ایک ملازم کو اپنا وکیل[1] مقرر کرتے ہیں جو مہتمم سے اُن کا وظیفہ وصول کرے اور اس میں سے مدرسہ کے مطلوبہ اخراجات ادا کرے اور بقیہ رقم (جو اُن کے ناشتے وغیرہ کی ہو) اُن کو ادا کر دے۔ اس میں مدرسے کے لیے انتظامی سہولت بھی ہے اور اس اندیشے کا سدباب بھی ہے (اگرچہ یہ اندیشہ ضعیف ہے) کہ طلبہ اساتذہ کو اپنا تنخواہ دار ملازم سمجھنے لگیں گے۔ سدِّباب کی وجہ یہ ہے کہ پیسہ طلبہ کے ہاتھ میں آنے سے یہ فاسد خیال پیدا ہو سکتا تھا تو جب طلبہ کے ہاتھ میں پیسہ آئے گا ہی نہیں تو اس خیالِ فاسد کی

---

[1] یہاں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ جب مہتمم طلبہ کا پہلے ہی سے وکیل تسلیم کیا گیا ہے تو اب کسی دوسرے کو وکیل بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معطیین سے مہتمم کا زکوٰۃ پر قبضہ طلبہ مجہول الکمیت والذوات کی جانب سے ہوا جیسا کہ عامل بیت المال میں ہوتا ہے لیکن زکوٰۃ کی آگے ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ یا تو خود طالب علم کو زکوٰۃ دی جائے یا اس کے مقرّر کیے ہوئے کسی وکیل کو جیسا کہ بیت المال میں ہوتا ہے۔ فقط۔

راہ بھی رُکی رہے گی۔

ذیل میں دو تنبیہات ذکر کی جاتی ہیں۔

تنبیہ نمبر ۱: تعلیم کے اخراجات میں درسی کُتب بھی شامل کی جا سکتی ہیں۔ اس کے لیے طلبہ سے اس شق پر دستخط کرائے جا سکتے ہیں کہ اُن کی تعلیم کی خاطر جو کُتب خریدی جائیں گی وہ مدرسہ کے لیے وقف ہوں گی۔ اسی طرح مدرسہ کی تعمیر کے لیے بھی فارم میں شق داخل کی جا سکتی ہے۔

تنبیہہ نمبر ۲: دستخط کرانے کے لیے فارم میں یہ شق بھی ضروری ہو گی کہ اگر دورانِ ماہ وہ طالب علم مدرسہ چھوڑ گیا یا کسی وجہ سے اس کا اخراج کیا گیا تو بقیہ رقم مدرسہ میں چندہ تصوّر ہو گی۔ دورانِ ماہ اگر کسی طالب علم کا انتقال ہو جائے تو چونکہ یہ نادر ہے۔ لہٰذا اگر کبھی ایسا ہو اور حساب لگا کر باقی رقم اس کے وارثوں کے حوالے بھی کر دی جائے تو یہ بات کسی مشکل کا باعث نہ ہو گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ: درسِ قرآن حکیم

پہلے نہیں ہونا تو جو اس چھ مہینے کو نہ مانے اور دو ہی مہینے بعد مطالبہ کرنے لگے کہ اگر تو سچّا ہے تو دکھلا وہ دانہ، وہی کفّار کی مثال ہے کہ قیامت اپنے وقت پہ آئے گی اُنھوں نے جُھٹلا کے کہا کہ صاحب آنی ہے تو آج ہی کیوں نہیں آجاتی تو معلوم ہُوا کہ یہ سوال بالکل غیر معقول ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔ معقول پسندی پر مبنی نہیں ہے صرف ڈھینگا ڈھانگی ہے ہٹ دھرمی ہے کہ ماننا نہیں ہے پیغمبر کی بات، صرف اِدھر اُدھر کے سوالات میں اُلجھا دو، لیکن اللہ کے معاملات میں اُلجھاوا چلتا نہیں فورًا دُودھ الگ ہو جاتا ہے پانی الگ۔

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے

اس لیے کہ دین فطرت کا دین ہے اس کی تمام منقول چیزیں معقول بھی ہیں جب عقل اور نقل سے ثابت ہو تو دوسرا مجبور ہو کر چُپ ہو گا اور نا معقول ہی اس کا قائل ہو گا، تو قرآن کریم میں پہلے تو ان کا سوال نقل کیا وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ کہتے ہیں کہنے والے کہ صاحب وہ کب کو آئے گی قیامت؟ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچّے ہو تو بتلاؤ ناں کب کو آئے گی کوئی تاریخ بتلاؤ یا آج ہی لے آؤ اس قیامت کو حق تعالیٰ نے اُن کو دفع کرنے کے لیے جواب دیا کہ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ اے پیغمبر آپ فرما دیجیے بھئی مجھے کچھ خبر نہیں کب آئے گی، میں تو اتنا جانتا ہُوں کہ آئے گی کب آئے گی کون سی تاریخ میں آئیگی تو یہ علم اللہ کو ہے یہ مجھے علم نہیں۔